قرآن خوانی اور ایصال ثواب

جسمیں قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ
قرآن خوانی ، فاتحہ ، تیجہ ، چہلم اور برسی وغیرہ بدعاتِ
مروجہ کا ثواب مُردوں کونہیں پہنچتا۔

ترتیب وتقدیم

مختار احمد ندوی

نظر ثانی

مشتاق احمد کریمی

ناشر

مکتب دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض، سعودی عرب

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین کتاب	نمبرشمار
۳۵	کیا قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے؟	۱۶۔
۳۵	قبروں کی زیارت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا معمول	۱۷۔
۳۷	انسان مرنے کے بعد کن چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے	۱۸۔
۳۹	مفسرین کے اقوال	۱۹۔
۴۷	ائمہ حدیث کے اقوال	۲۰۔
۴۹	ائمہ مذاہب اربعہ کے اقوال	۲۱۔
۵۳	علماء اصول کے اقوال	۲۲۔
۵۶	بعض بدعات کا بیان: فاتحہ خوانی	۲۳۔
۵۶	مزاروں پر قرآن کی تلاوت	۲۴۔
۵۶	برسی و چالیسویں کی بدعت	۲۵۔
۵۷	قبروں پر اجتماع	۲۶۔
۵۸	شبینہ	۲۷۔
۵۸	قرآن سے عملیات	۲۸۔
۵۹	سورہ کہف کی تلاوت کا مخصوص طریقہ الفاتحہ کی بدعت	۲۹۔
۶۱	سواری روانہ ہونے کے وقت الفاتحہ کی بدعت	۳۰۔
۶۲	قرآن کی تعویذ	۳۱۔
۶۳	قبروں پر نذر و ذبیحہ اور ختم قرآن	۳۲۔

قرآن کی فریاد

از ماہرالقادری

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں،آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں ، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر وریشم کے ، اور پھُول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت ہوتی ہے ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں،کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں ، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں
مجھ سے یہ محبت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مُجھے رسوا کرتے ہیں ،یوں بھی میں ستایا جاتا ہوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قرآن خوانی کے ذریعہ مُردوں کو ثواب پہنچانے کا رواج تقریباً ہر جگہ عام ہو گیا ہے، وزراء اور سلاطین اور مُلک کی بڑی شخصیتوں کی شہادت اور وفات کے موقع پر اس ملک کا ریڈیو اپنے مقررہ پروگراموں کو چھوڑ کر تلاوت نشر کرنے لگتا ہے۔ عوام اپنے مُردوں کو ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی مجلس مقرر کرتے ہیں اور حاضرینِ مجلس میں سے ہر شخص یا مخصوص پیشہ ور قرآن خواں جیسے تیسے قرآن ختم کر کے اس کا ثواب میّت کو پہنچانے کی دعا مانگتے ہیں۔

اس رسم نے اب پیشہ کی شکل اختیار کر لی ہے اور ''میلاد خواں'' کی طرح ''قرآن خواں'' بھی اب ہر جگہ بسہولت پائے جاتے ہیں اور قرآن خوانی کی اجرت بھی قرآن خوانوں کی حیثیت کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ قبرستانوں میں پیشہ ور ''قرآن خوانوں'' کی مستقل جماعت موجود رہتی ہے۔ یتیم خانوں اور مدارس دینیہ کے مسکین طلبہ نیز حفاظ وقراء کی روزی کا ایک مخصوص ذریعہ ''قرآن خوانی'' بھی بن گیا ہے۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ بڑے بڑے دینی مدارس اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے دارالعلوم بھی آئے دن قرآن خوانی اور ختم خواجگان کی مجلس منعقد کرتے رہتے ہیں۔

ایسی حالت میں خرافات کی اس آندھی کا روکنا اور سیلِ بدعت پر بند باندھنا

آسان کام نہیں۔اس رسالے میں قرآن خوانی کی مروجہ رسم پر بڑی سیر حاصل اور جامع بحث کی گئی ہے اگر تعصب اور جذبات سے عاری ہو کر سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو انشاءاللہ حق وضلالت کا فرق واضح ہو جائے گا۔

مسئلہ اہداء ثواب پر تحقیقی نظر:

قرآن خوانی کے موضوع پر غور کرنے سے قبل اگر ان چند ابتدائی اور تمہیدی حقائق پر نظر رکھی جائے تو ان شاءاللہ مسئلہ کی حقیقت بہت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

ا- میت کو ثواب پہنچانے کے لئے آنحضرتﷺ نے جن امور کی ہدایت فرمائی ہے ان میں قرآن خوانی کا ذکر کہیں نہیں، اور نہ ہی اس کا وجود عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں ملتا ہے، جتنی اہمیت اس مسئلے کو اب دے دی گئی ہے خیرالقرون میں اتنا ہی یہ غیر اہم تھا اور جتنا چرچا اس کا اب ہو گیا ہے اتنا ہی عہد نبوی اور عہد صحابہ میں یہ گمنام اور مجہول تھا، اگر اس کی ذرا بھی شرعی حیثیت اور اہمیت ہوتی تو اس کی بابت شارع علیہ السلام کا ارشاد ضرور ہوتا۔

ایصال ثواب کے مشروع طریقے:

میت کو ثواب پہنچانے کے جتنے مشروع طریقے کتاب وسنت سے ثابت ہیں ان میں قرآن خوانی کا ذکر نہیں ملتا۔ ایصالِ ثواب کے تین ہی مشروع طریقے ثابت ہیں: دعا، صدقہ جاریہ اور نیابت۔

ا۔ دعا کی بابت تو سب کا اتفاق ہے کہ میت اگر کافر ومشرک نہ ہو تو اس کیلئے دعا

کرنی مسنون ہے اور ولد صالح کی دعا والدین کے لئے صدقۂ جاریہ ہے، مومن کی دعا دوسرے مومن بھائی کے لئے قبول ہوتی ہے۔ اخلاف کی دعا اسلاف کے حق میں منصوص امر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿**وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعدِهِم يَقُولُونَ رَبَّنَا اغفِر لَنَا وَلإِخوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإِيمَانِ وَلاَ تَجعَل فِي قُلُوبِنَا غِلاًّ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ**﴾ (الحشر:۱۰)۔

ترجمہ: اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بخشدے ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ بنا۔ اے ہمارے رب بیشک تو مہربان رحم والا ہے۔

اور ہراذان کے بعد امت مسلمہ آنحضرت ﷺ کے لئے اللہ سے وسیلہ، فضیلت اور مقام محمود کی دُعا کرتی ہے۔ غرض زندوں کی طرف سے مُردوں کے لئے بہترین تحفہ ''دعا'' ہے۔

۲- صدقۂ جاریہ: یعنی مومن اپنی زندگی میں ایسا کام کر جائے جس سے وفات کے بعد اس کو فائدہ پہنچے۔ بخاری، مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ کی احادیث کو جمع کرنے سے ایسے صدقات جاریہ کی تعداد دس تک پہنچتی ہے: (۱) علم سکھانا (۲) نیک بچے کی دعا (۳) قرآن مجید چھوڑ جانا (۴) مسجد بنوانا (۵) سرائے تعمیر کرنا (۶) نہر جاری کرانا (۷) کوئی صدقہ جو حیات اور صحت کی حالت میں کیا ہو (۸) مُردہ سنت کو زندہ کرنا (۹) جہاد میں مرنا (۱۰) درخت لگانا یا کھیتی بونا۔

ثواب جاریہ کے متعلق مسلم کی اس مشہور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد صرف تین ہی چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے: ﴿**إذَا مَاتَ الإنسَانُ انقَطَعَ عَمَلُهُ إلَّا مِن ثَلاَثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ اَو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ**﴾

''جب انسان مرجائے تو اس کا عمل بند ہو جاتا ہے صرف تین چیزیں باقی رہتی ہیں۔ صدقۂ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، صالح اولاد جو اس کے واسطے دعا کرے''۔

صدقۂ جاریہ میں مذکورہ بالا سب صورتیں شامل ہیں، صرف دعا صدقۂ جاریہ کے بجائے شفاعت کی قسم میں داخل ہے کہ جب بھی دُعا کی جائے گی میت کو ثواب پہنچے گا۔

۳- ایصال ثواب کی تیسری قسم نیابت ہے یعنی میت کی طرف سے کوئی شخص نائب ہو کر کام کرے، اس سلسلے میں حسب ذیل امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے:

(الف) نائب کے اندر نیابت کی اہلیت موجود ہو، احادیث نیابت میں یا تو بچے کا ذکر ہے یا ولی کا یا قریبی کا، اجنبی کی نیابت کے بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں۔

(ب) نیابت صرف مسلم کی طرف سے کی جاسکتی ہے۔

(ج) صحیحین میں صرف دو چیزوں میں نیابت کا ذکر ہے حج اور روزہ دیگر عبادات میں نیابت ثابت نہیں۔

تعبدات شرعیہ میں کوئی شخص دوسرے شخص کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، مکلّف کی جگہ غیر مکلّف کام نہیں دے سکتا، نہ محض نیت کرنے سے اس کا عمل منتقل ہوسکتا ہے، نہ

ہبہ کرنے سے ثابت ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) ﴿اَلَّا تَزِرَ وَازِرَةٌ وِزرَ اُخریٰ﴾ (النجم: ۳۸)

ترجمہ: یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(۲) ﴿وَاَن لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ﴾ (النجم: ۳۹) اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

نیز نیابت کا یہ عمل عقل اور حکمت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ بندگی کی روح تقویٰ اور اخلاص ہے، عجز وانکساری خشوع وخضوع حضور قلب اور انابت الی اللہ یہ سب صفات عامل کے ساتھ مخصوص ہیں، کیونکہ یہ دل کے اعمال ہیں جو صاحب دل ہی کے ساتھ متصف ہو سکتے ہیں، اس لئے نائب کسی طرح کبھی وہ قلبی کیفیات اپنے اندر نیابت کے وقت پیدا نہیں کرسکتا جو منوب عنہ کے ساتھ مخصوص ہیں، یہ تو ممکن ہے کہ مالی عبادات میں کوئی دوسرے کی طرف سے زکوٰۃ اور قرض ادا کر کے منوب عنہ کو سبکدوش کر دے لیکن دیگر عبادات میں تو اس قسم کی نیابت ممکن ہی نہیں، کیونکہ اعمال کی قبولیت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے نائب ان میں نیابت کر ہی نہیں سکتا۔

اگر نیابت عبادات بدنیہ میں جائز ہوتی تو اعمال قلبیہ میں بھی درست ہونی چاہئے جیسے ایمان، صبر، شکر، رضا، توکل، خوف، رجا وغیرہ اور اگر یہ سلسلہ اسی طرح دراز ہوا تو سارا دین ہی نیابت پر چل سکتا ہے۔ پھر نہ فرد کے ایمان کی اہمیت، نہ اعمال کے لئے ریاضت کی حاجت، نہ صبر واستقامت کی ضرورت، بس سارے امور دین

نیابت اور وکالت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ذریعہ طے پاتے رہیں گے۔ اسی طرح نہ اصل قاتل سے قصاص کی ضرورت نہ اصل مجرمین پر حدود کے اجراء کی، بس نائبین کافی رہیں گے۔

نیابت کا مشروع طریقہ:

نیابت کی بابت صحیح احادیث کے مجموعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف حج اور روزہ میں نیابت جائز ہے باقی امور میں نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنوجہینہ کی ایک عورت نبیﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور حج کئے بغیر مرگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں ؟ آپﷺ نے فرمایا: بتاؤ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتی، اللہ کا حق ادا کرو اللہ اپنے حق کے وفا کا زیادہ مستحق ہے۔

مسلم کی روایت میں حج کے علاوہ ایک ماہ کے روزے کا بھی ذکر ہے۔

زندہ کی طرف سے نیابت کے لئے اس کے عجز اور عدم استطاعت کی شرط ضروری ہے یعنی آدمی زندہ ہو لیکن اتنا مجبور ومعذور ہو کہ اپنا فرض خود پورا نہ کرسکتا ہو اپنی زندگی ہی میں کسی کو نائب بنا کر فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہوسکتا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ ایک عورت نے کہا میرے باپ پر حج فرض ہے، لیکن وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کروں؟ آپﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

اس صورت کو حج بدل کہا جاتا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ حج بدل کرنے والا شخص پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ جیسا کہ ابوداود میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص سے سُنا کہ وہ کہہ رہا ہے '' **لَبَّیْکَ عَنْ شُبْرُمَةَ**'' شبرمہ کی طرف سے میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی یا میرا قریبی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا تو نے اپنا حج ادا کیا؟ اس نے کہا، نہیں۔ فرمایا: پہلے اپنا حج ادا کرو پھر شبرمہ کا کرنا۔

اگر اولاد والدین کی طرف سے ان کی وصیت یا بغیر وصیت کے حج کرے تو جائز ہے اسی طرح والدہ یا والد نے صدقہ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور فوت ہو گئے ہیں تو اولاد کو ان کی طرف سے صدقہ دینا چاہئے۔ البتہ حج بچے کے سوا دوسرے کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے۔

روزے میں نیابت کی دلیل:

حج کی طرح روزے میں بھی نیابت جائز ہے۔ البتہ اس میں ضروری ہے کہ منوب عنہ کی وفات ہوچکی ہو۔ زندہ شخص کی طرف سے روزہ رکھنے کی اجازت ثابت نہیں۔ بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا، یارسول اللہ! میری ماں مرگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں اپنی ماں کی طرف سے سب قضا روزے ادا کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو مر جائے اور اس پر روزے ہوں، اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض اہل ظاہر قضا روزوں کے وجوب کے قائل ہیں۔ اہلحدیث کا مسلک بھی یہی ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جا سکتے ہیں۔

نیابت اور اہداء کا فرق:

بعض حضرات ایصالِ ثواب کے ثبوت میں حج بدل نیز روزہ اور صدقہ والی احادیث کا ذکر کرتے ہیں جبکہ نیابت اور اہداء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نیابت میں عامل اپنے آپ کو دوسرے شخص کے قائم مقام قرار دیتا ہے مثلاً حج جس میں یوں کہتا ہے '' **لَبَّیکَ عَـــــن فُلاَنٍ** '' اے اللہ میں فلاں شخص کی طرف سے حاضر ہوں، یا دل میں نیت کرے کہ میں فلاں کی طرف سے حج کر رہا ہوں۔ اور اہداء ثواب کی صورت یہ ہے کہ حج اپنی طرف سے کرے اور بعد میں کہے یا اللہ میرے اس حج کا ثواب فلاں شخص کو دے۔ پہلی شکل تو ثابت اور منصوص ہے، دوسری شکل بقول مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ بدعت حقیقیہ ہے۔ چنانچہ '' **ایضاح الحق الصریح فی احکام المیّت والضریح** '' میں لکھتے ہیں کہ: ''زندوں کا مُردوں کو عبادت کا ثواب بخشنا بدعت حقیقیہ ہے بخلاف مالی عبادات میں نیابت کے کہ وہ اصل میں صحیح ہے''۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ بھی عبادات میں حج اور صدقہ کے سوا ایصال ثواب کے قائل نہیں۔

علماء حنابلہ بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

(وقال شیخنا لم یکن من عادۃ السلف إھداء ذلک إلی موتیٰ المسلمین بل کانوا یدعون لھم فلا ینبغی الخروج عنھم) الخ .

''مُردوں کو ثواب بخشنا اہل سلف کا دستور نہ تھا وہ صرف ان کے لئے دعا کرتے تھے لہٰذا اُن کے طریقہ سے نکلنا جائز نہیں''۔

نیز موافقات میں علامہ ابواسحاق کا یہ قول کتنا جامع ہے کہ ''اہداء ثواب کے منع کی دو وجہیں ہیں:

اول: شریعت میں مال کے ہبہ کا ثبوت ہے ثواب کے ہبہ کا نہیں۔ جب اہداء ثواب کی کوئی دلیل ہی نہیں تو اس کا قائل ہونا بھی غلط ہے۔

دوم: ثواب اور عقاب شارع علیہ السلام کے مقرر کردہ ہیں نیز جزاء عمل کے تابع ہے، جیسا عمل ویسی جزاء، ﴿**جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعمَلُونَ**﴾

''بدلہ ہے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے''۔

اس میں عامل کو کوئی اختیار نہیں۔

سوم: ثواب اللہ کا فضل و انعام ہے عامل کو اس میں تصرف کا کوئی اختیار نہیں، لہٰذا اپنے عمل کے ثواب کو کسی دوسرے کے لئے ہدیہ اور ہبہ کرنے کا عامل کو حق نہیں۔

شبہات اوران کاازالہ:

کسی بھائی کو یہ شبہہ نہ ہونا چاہئے کہ ثواب کی طرح مال بھی اللہ کا فضل ہے، اور جب مال کا ہبہ کرنا جائز ہے تو ثواب کا ہبہ کرنا بھی جائز ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ شبہہ حقیقت کے خلاف ہے،اس لئے کہ مال تو ایک محسوس ومقبوض اور قابلِ انتقال چیز ہے، ایک کے قبضہ سے لےکر دوسرے کے قبضے میں دی جاسکتی ہے،لیکن ثواب تو غیر محسوس اور غیر مرئی شے ہے اور قلب کی اس کیفیت کے تابع ہے جو عامل کوعمل سے حاصل ہوتی ہے۔ لہذا اس کا انتقال ممنوع ومحال ہے۔اس لئے ثواب کو مال پر قیاس کرنا ہی قیاس مع الفارق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جزاءعمل کے تابع ہے،لیکن عامل کو جزاء سے انتفاع اور استمتاع کا حق ہے نہ کہ انتقال وہبہ واہداء کا۔اس فرق کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے تاکہ خلط بحث نہ ہو۔

اسی طرح یہ کہنا کہ نبیﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی اور اس کا ثواب امت مرحومہ کو پہنچایا، تو یہ قیاس بھی بےمحل اور غلط ہے، اس لئے کہ اول تو قربانی ایک مالی صدقہ ہے جس میں نیابت جائز ہے اور آنحضرتﷺ کی حیثیت اُمت کے لئے ایسی ہے جیسے گھر والوں کے لئے قیم اور ولی کی ،جس طرح ایک مرد اپنے پورے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے اسی طرح رسول اللہﷺ نے اپنی اور اپنے آل اور اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی، اس کا حق تو سب سے زیادہ آپ ہی کو پہنچتا تھا ،آپﷺ سب سے اولیٰ ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِھِم ﴾ (الاحزاب:٦)

''نبی مومنین کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں''۔

اس حدیث سے اہداء ثواب پر استدلال کرنا غلط اور بے محل ہے، کیونکہ اس سے نیابت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اہداء، نیابت اور اہداء دو الگ چیزیں ہیں۔ رہا میت کی طرف سے قربانی کا جواز تو احادیث سے ثابت ہے، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کی طرف سے وہ قربانی کیا کریں۔ اُمت کا آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے، اہداء ثواب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

فاتحہ اور ایصالِ ثواب:

کچھ لوگ مروجہ رسمِ فاتحہ کے ثبوت میں **ھدایۃ الحرمین** میں منقول فتاویٰ اوذ جندی کے حوالہ سے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خشک کھجور اور دودھ جس میں جو کی روٹی تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے، آپ ﷺ نے اس پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی، پھر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تقسیم کر دو میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا ہے۔

یہ سارا قصہ سراسر موضوع اور من گھڑت ہے، بلکہ موجودہ رسم تیجہ کو سامنے رکھ کر کمال ہوشیاری سے اس کو سجایا گیا ہے جس کی نہ کوئی اصل ہے نہ ثبوت، **ھدایۃ**

الحرمین والے نے بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ جلد دوم ص ۳۶۲ میں اس قصہ کی بابت ایک استفسار اور اس کا جواب موجود ہے جس کو ثبوت کے لئے یہاں بتمامہ نقل کیا جاتا ہے:

استفتاء:

س: ہم نے **هداية الحرمين** میں دیکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے سوم اور دسویں وبیسویں وچہلم وغیرہ میں چھوہارے وغیرہ پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا پس فی زمانناپھول پان وغیرہ کرنے سے چہلم ودسویں وبیسویں میں مانع ہوتے ہیں کیسا ہے؟

ھوالمصوب: یہ قصہ جو **هداية الحرمين** میں لکھا ہے محض غلط ہے، کتب معتبرہ میں اس کا کوئی نشان نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی غفرلہ القوی ابوالحسنات **محمد عبدالحیؒ** تجاوزعن ذنبہ الجلی والخفی

مہر

محمد عبدالحیؒ ابوالحسنات

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابوداود میں ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ابلّہ شہر والوں کو کہا: کون شخص اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ میرے لئے مسجد عشار میں چار رکعت پڑھے اور یہ

کہے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے''۔

اس قصہ سے ایصال ثواب کا ثبوت پیش کرنا کئی وجہ سے غلط ہے: اول: تو یہ روایت ہی نہایت ہی ضعیف ہے اور نا قابل استدلال ہے، اس میں ابراہیم بن صالح بن درہم ایک راوی ضعیف ہے- دوم: اس میں ایصال ثواب نہیں بلکہ نیابت ہے اور وہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حکم اور وصیت پر، لہٰذا نیابت کو اہداء پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔

ابوداود میں ہے: ایک مرد نے کہا، میری ماں مرگئی ہے اگر صدقہ کروں تو اس کے لئے مفید ہوگا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ پھر اس نے ایک باغ صدقہ کردیا۔ایک روایت میں ہے کہ ناگہاں مرگئی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو صدقہ کرتی۔ کیا اس کی طرف سے کفایت کرے گا؟ فرمایا: ''ہاں''۔ پہلی روایت میں یہ بھی ہے کہ ''اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کرتی''۔

یہ حدیثیں اولاد کے بارے میں ہیں اور ان سب میں نیابت کی صورت متحقق ہے یہ دونوں عورتیں صدقہ کا پختہ ارادہ کرچکی تھیں، اگر ان کو فرصت ملتی تو صدقہ کرتیں۔لہٰذا ان کی اس نیت کو اُن کی اولاد نے نائب بنکر پوری کیا، ایسی نیابت جائز اور ثابت ہے لیکن اس حدیث سے اہداء ثواب کا کچھ تعلق نہیں۔

میت کے گھر کھانا کھانے کی روایت:

بعض لوگوں نے دفن کے بعد میت کے گھر جمع ہوکر کھانا کھانے کے جواز میں

مشکوٰۃ باب المعجزات کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک میت کے دفن سے واپس ہوئے ،تو میت کی بیوی نے آپ کو کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا اور آپ ﷺ نے بھی کھایا اور دوسرے لوگوں نے بھی ۔ یہ حدیث صحیح ہے ،بیہقی اور ابوداود ونوں نے نقل کیا ہے ۔لیکن یہ بات غلط ہے کہ دعوت دینے والی عورت میت کی بیوی تھی ، بلکہ وہ ایک عام قریشی عورت تھی ،اصل شبہہ لفظ ''ہ'' کی ضمیر کی زیادتی سے پیدا ہوا ہے یعنی ''**دَاعِي امرَأةٍ** ''(ایک عورت کا داعی) کے بجائے کاتب نے غلطی سے ''**دَاعِي امرَأتِهِ**''(یعنی میت کی بیوی کا داعی) لکھ دیا ہے ۔ابوداؤد۔

اور جہاں بھی یہ روایت منقول ہے ہرجگہ ''**دَاعِي امرَأة** ''ہی ہے ''**دَاعِي امرَأتِهِ** '' کاتب کا سہو ہے اور ایک صحابیہ سے یہ توقع نہیں کہ ایک فعل بدعت کا ارتکاب کرے کیونکہ میت کے گھر جمع ہوکر کھانا کھانا فعل جاہلیت ہے ۔ اورابن ماجہ کی حدیث صحیح میں اس کو نوحہ کہا گیا ہے جو فعل حرام اور قابل لعنت ہے ۔اس حدیث سے میت کے لئے اہداء ثواب پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے ۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الجنائز مولفہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ ص ۸۷تا۹۱ ۔

قبروں پر قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا بیان

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ ''امام نووی نے اپنی کتاب ''اذکار'' میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد المروزی نے کہا کہ

میں نے احمد بن حنبل سے سنا وہ کہتے تھے: جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ھواللہ احد پڑھو اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشو، مردوں کو ثواب پہنچے گا۔ بعض اہل علم نے امام احمد سے اس کے ثبوت کا انکار کیا ہے، امام احمد کے علاوہ اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض اور سورتوں کو پڑھنے اور اُن کا ثواب مردوں کو بخشنے کو لکھا ہے، مگر باوجود تلاش کثیر کے اس بارہ میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نظر سے نہیں گذری اور جو مرفوع حدیثیں اس بارے میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابو محمد سمرقندی نے فضائل **قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ** میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گذرے اور قل ھواللہ احد گیارہ بار پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے، تو بقدر تعداد مردوں کے اس کو ثواب دیا جائے گا۔ اور ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابوالقاسم زنجانی نے اپنے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص قبرستان میں جائے پھر سورہ فاتحہ اور اَلْھَاکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھے پھر کہے یا اللہ! جو میں نے تیرا کلام پڑھا ہے اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن اور مسلمان مردوں کو بخشدیا، تو وہ مردے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔ اور ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جو خلال کے شاگرد عبدالعزیز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: جوشخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ مردوں سے تخفیف کرتا ہے۔ ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو قرطبی نے اپنے تذکرے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی مومن آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی ہر قبر میں نور داخل کرتا ہے اور ان کی خوابگاہوں کو وسیع کرتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبی کا ثواب دیتا ہے اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کے واسطے دس نیکیاں لکھتا ہے۔ یہ چاروں حدیثیں ایصالِ ثواب کے بارے میں بہت مشہور ہیں، اکثر علماء ایصالِ ثواب کے بارے میں ان کو نقل کرتے ہیں، مگر یہ سب ضعیف ہیں اہل علم نے ان کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ بتلاتا ہے کہ ان کی کچھ اصل ہے۔ انتہی کتاب الجنائز صفحہ ۱۰۳-۱۰۴۔

ان احادیث میں دو مسئلے ذکر ہوئے ہیں: قبرستان میں قرآن پڑھنا، مردوں کو قرآن کا ثواب بخشنا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، جمہور سلف اور قدیم اصحابِ احمد کا یہی مذہب ہے۔ ایک روایت امام احمد سے ہے کہ بدعت ہے، بعض حنابلہ مکروہ نہیں سمجھتے۔ کتاب الفروع میں ہے کہ مردوں کو قرآن کا ثواب بخشنا بھی مختلف فیہ ہے، امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک پہنچتا ہے۔ امام

شافعی رحمہ اللہ نے عدم وصول پر قرآن سے استدلال کیا ہے۔ جامع البیان میں ہے: ﴿وَاَن لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ﴾ **لا یثاب احد بفعل غیرہ۔**
''انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اس نے کوشش کی''، یعنی دوسرے کے فعل پر کسی کو ثواب نہیں پہنچتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ قرآن کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا، نیز حدیث: **﴿اِذَا مَاتَ الاِنسَانَ انقَطَعَ عَمَلُہُ اِلَّا مِن ثَلاَثٍ﴾**
ترجمہ: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔

یہ حدیث اور آیت بعمومہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہداءِ ثواب باطل امر ہے۔ جن حدیثوں کو شیخ جلال الدین سیوطی نے نقل کر کے ضعیف کہا ہے وہ ان ادلّہ قطعیہ کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اہداءِ ثواب پر کوئی دلیل نہیں۔

یہ ساری تفصیلات رسالہ ''اہداءِ ثواب'' مولفہ محمد صاحب گوندلانوالا سے ماخوذ ہیں۔

قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب سے متعلق مندرجہ بالا دلائل سے آپ پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ عبادات بدنیہ جیسے تلاوتِ قرآن اور نماز وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچنا کسی صحیح حدیث صریح سے ثابت نہیں اور جو روایتیں عبادات بدنیہ کے ثواب کے پہنچنے کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں، وہ سب ضعیف اور ناقابلِ وثوق ہیں۔

افسوس ہے کہ قرآن خوانی کی یہ رسم علماء کی بے حد توجہی کی وجہ سے اب عوام

وخواص میں اتنی رائج اور عام ہوگئی ہیں کہ اس کے خلاف عوام مشکل ہی سے کچھ سننا پسند کرتے ہیں،لیکن **فَاصدَع بِمَا تُؤمَرُ** کے بمصداق اس رسم باطل کے خلاف ہم حق کی آواز بلند کررہے ہیں، امید ہے یہ آواز صدابصحرا ثابت نہ ہوگی اور ہماری یہ تحریری کوششیں انشاءاللہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہونگی اور جو لوگ بھی تعصب اور ہویٰ سے پاک ہوکر اس کا مطالعہ کریں گے ان کا جذبۂ حق اور آزاد ضمیر انہیں قبولتِ حق پر مجبور کرے گا۔**وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلاَغُ**۔

کچھ رسالے کی بابت:

حکومت مصر کی وزارت اوقاف نے میت کے لئے قرآن خوانی اور جنازہ سے متعلق دوسری بدعات کے رداور اصلاح کے لئے علماء ازہر کی کمیٹی مقرر کی تھی ،جس کے رکن رکین استاذ محمد احمد عبدالسلام نے کمیٹی کے مشورہ پر ایک رسالہ ''**حکم القراءۃ للاموات ھل یصل ثوابھا الیھم**'' مرتب کیا جو طبع ہوکر بڑی تعداد میں تقسیم ہوا۔قرآن خوانی کا یہ رسالہ دراصل اسی عربی رسالہ کا اردو ترجمہ اور تلخیص ہے اور مقدمہ میں ہم نے مشہور محدث مولانا محمد صاحب گوندلانوالہ کے رسالہ'' اہداء ثواب'' کا خلاصہ پیش کردیا ہے، نیز مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کی تحقیقات سے بھی پورا استفادہ کیا ہے اس کتاب کو استاذ العلماء مخدوم ومحترم مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری نے مطالعہ فرماکر جابجا تصحیح فرمائی ہے،**فجزاھم اللہ خیراً** ۔دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو عوام

کی ہدایت کا بہتر ذریعہ بنائے اور مولف ومترجم ومصحح سب کی محنتوں کو قبول فرمائے آمین۔

مختار احمد سلفی ندوی

مدیر الدار السّلفیہ مورخہ ۱۲۲ اکتوبر ۱۹۷۶ء

مقدمہ

از علامہ احمد بن حجر قاضی محکمہ شرعیہ قطر

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَانَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا﴾ وَصَلّٰى اللّٰهُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِهِ وَصَحبِهِ وَسَلَّمَ۔

آپ نے رسالہ "**اھداء القراۃ للاموات**" پر حاشیہ اور تبصرہ لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے، معلوم ہو کہ یہ رسالہ اپنے موضوع پر کافی ہے اور مولف نے قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہ پہنچنے کے بعض دلائل اور مذاہب اربعہ کا ذکر کر کے ثابت کردیا ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے مروجہ قرآن خوانی کی رسم ''بدعت ہے''اور جس نے کتاب وسنت کی ذرا بھی مہک سونگھی ہوگی اس کو خوب معلوم ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ اور ائمہ معتبرین سے اس کی بابت کچھ بھی ثابت نہیں اور ایصال ثواب یا قبروں پر قرآن خوانی کو جائز قرار دینے والے کوئی واضح دلیل بھی نہیں پیش کرتے اور وہ محض گذشتہ فقہاء کے اس قول کو پکڑے بیٹھے ہیں کہ ہر قسم کے عمل وطاعت کا ثواب مُردوں کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔ لفظ''کل'' تو عموم پر دلالت کرتا ہے جس میں ہر قسم کے عمل شامل ہیں۔ بس اس کی آڑ لے کر بعد والوں نے اس میں مزید وسعت دیدی اور دین میں وہ باتیں داخل کردیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے اور اس مسئلہ کو میت کی طرف سے حج کرنے کی نیابت پر اور بعض مذاہب کے مطابق روزے کی قضا پر قیاس کر بیٹھے، (جیسے امام شافعی رحمہ

اللہ کا قدیم قول اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب، نذر کے روزوں کی قضا کی بابت اور جو لوگ بعد میں آتے گئے وہ فلاں شیخ، فلاں عالم کے قول اور فلاں کے حاشیہ کو دلیل بنالیا اور یہ بات بھول گئے یا بھلا دی کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت صحیحہ یا حسنہ کے سوا کوئی دوسری چیز دلیل و حجت نہیں بن سکتی۔

رہے علماء کے اقوال تو وہ چاہے کتنے ہی بڑے فاضل کیوں نہ ہوں اور علم کے کتنے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہ ہوں، اُنکی صرف وہی بات قبول کی جائے گی جو کتاب وسنت کے موافق ہو اور اس کے بعد ان کی خطا وصواب دونوں پر اجر ملے گا، حق وصواب کے مطابق کہنے والوں کو دوہرا اجر اور خطا کرنے والوں کو اکہرا لیکن جن باتوں میں انہوں نے خطا کی ہو ان میں ان کی تقلید جائز نہیں اور یہ وہی قاعدہ ہے جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کر دیا ہے کہ مسئلہ اہداء ثواب کو وضع کرنے والوں نے خطا کی ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم رہا ہو، اس لئے کہ قرآن کا پڑھنا عبادت ہے اور عبادت توقیف پر مبنی ہوتی ہے یعنی خود ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ جائز ہے اور یہ مستحب اور یہ واجب، بلکہ وہی کہیں گے جو اللہ نے فرمایا اور جو اس کے اللہ رسول ﷺ سے ثابت ہے اور چونکہ میت کی طرف سے حج کرنے کی بابت صحیح حدیث وارد ہے اور اسی طرح روزے کے بارے میں بھی، تو ہم نے اس کے متعلق اثبات میں کہا اور جس کے بارے میں صحیح حدیث وارد نہیں جیسے نماز اور قرآن کا پڑھنا اور ماتم چہلم اسی طرح دوسری من گھڑت رسومات تو ہم بھی اس کے جواز کے قائل نہیں اور نہ کسی

کے لئے روا ہے کہ ایسی بے ثبوت باتوں پر عمل کرے۔ لہٰذا لفظ ''کل'' (ہر قسم کی عبادت تو اس سے) جو خرابیاں پیدا ہوسکتی تھیں ان کو بیان کردیا۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کوئی عالم اچھے ارادے یا غفلت سے خطا کر جاتا ہے لیکن اس کے بعد جو لوگ پیروی کرتے ہیں وہ احادیث اور تفاسیر اور علماء سلف کے اقوال کی چھان بین کی زحمت نہیں اٹھاتے اور اسی عالم کے قول کو ایک مسلمہ قضیہ بنا کر اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً بعض علماء کبار نے بدعت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر ڈالا واجبہ، مندوبہ، حسنہ، سیئہ اور حرام۔ اور یہ نہیں سوچا کہ اس تقسیم سے بدعات کی تحسین اور ضلالتوں کی اشاعت کا کتنا بدترین نتیجہ نکلے گا، چنانچہ ایسا ہوا کہ بعد والوں نے اس قول کو دلیل بنا کر اپنی کتابوں کو گمراہیوں اور بدعات کی تحسین سے بھر ڈالا جن میں سے ایک مُردوں پر قرآن پڑھنے کی بدعت بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور عہد صحابہ میں بہت سے مسلمان وفات پائے اور صحابہ کرام اور تابعین کا انتقال ہوا لیکن کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ ان میں سے کسی پر کسی نے قرآن پڑھا ہو نہ ان کی قبر پر نہ مسجد میں نہ کسی مجلس میں۔

اور تعجب ہے کہ جو لوگ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں تو یہ دونوں ہی امام جلیل اہداء ثواب کے قائل نہیں جس کا اعتراف وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو اس کو جائز سمجھتے ہیں خازن اور ابن کثیر وغیرہم نے اس کی وضاحت کردی ہے اور تمام تفاسیر اور شروح احادیث بھی اس پر دلیل ہیں کہ امام

شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ اس کو جائز نہیں سمجھتے۔

بعد والوں نے کتاب وسنت اور اعمال صحابہ کی دلیل کے بغیر ہی اس کو جائز سمجھ لیا اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا اپنے علماء کے قول کو دلیل بنا کر اس رسم سے چمٹ گئے اور جب وہ کسی رائے کی تائید کرنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو مجتہد بنا کر پیش کرتے ہیں اور بعض آیات واحادیث کے مفہوم کو دلیل بنا لیتے ہیں خواہ وہ حدیثیں کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہوں، جب انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ زید اور عمر کے قول کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کو دلیل بناؤ تو کہنے لگتے ہیں ہم تو معذور ہیں ہمارا کام تقلید کرنا ہے اور اجتہاد ہمارے لئے جائز نہیں اور اجتہاد کا دروازہ تو صدیوں سے بند کر دیا گیا۔

حاصل کلام یہ کہ اہداء ثواب اور میت کی وجہ سے قبروں پر اور مجالس اور مساجد میں قرآن پڑھنا بدعت وضلالت ہے جس سے لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے حدیث شریف میں وارد ہے: **﴿إِيَّاكُم وَمُحدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحدَثَةٍ بِدعَةٌ وَكُلُّ بِدعَةٍ ضَلالَةٌ﴾**

''نئی پیدا کی ہوئی باتوں سے بچو اس لئے کہ ہر ایجاد کردہ بات بدعت ہے اور سب بدعت ضلالت ہے''۔

نیز فرمایا: **﴿مَن اَحدَثَ فِی اَمرِنَا هٰذَا مَا لَیسَ مِنهُ فَهُوَ رَدٌّ﴾**

''جس نے ہمارے اس دین میں وہ بات ایجاد کی جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے''۔

اور قرآن خوانی کا یہ رسالہ اچھا ہی ہے، البتہ اس میں اعتراضات کے جوابات نہیں ہیں، مقدمہ میں یہ کمی پوری کر دی گئی ہے۔ اور بہت مدت سے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اس موضوع پر ایک رسالہ لکھوں جس میں قرآن خوانی کے قائلین کے شبہات کو اچھی طرح رد کروں اور اس کی بابت کتاب وسنت اور علماء کے اقوال پیش کر دوں لیکن عوائق اور موانع جیسا کہ آپ کو معلوم ہے فرصت نہیں دیتے۔ ایک بات اور بھی ہے کہ الحاد اور کفر وضلال کا سیلِ عظیم ٹوٹ پڑا ہے، اس لئے اب علماء کا فرض ہے کہ دین صحیح کی تعلیم وتبلیغ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں اور کفار اور ملحدین کا رد کریں۔

اہداء ثواب پر مزید لکھنے کے لئے کسی اور فرصت میں دیکھا جائے گا، اس وقت اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں۔ **وَصَلّٰی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحبِهٖ وَسَلَّمَ۔**

میں نے یہ مضمون عدالت میں بیٹھ کر انتہائی عجلت اور مصروفیت کے عالم میں املا کرایا ہے اگر کوئی خطا پائیں تو میری طرف سے سمجھیں اور حق وصواب ہو تو اللہ کی توفیق ہے۔

احمد بن حجر

قاضی محکمۂ شرعیہ قطر

۱۵ محرم ۱۳۹۶ھ

نزولِ قرآن کا مقصد

☆ ہمارے رب نے یہ قرآن کس لئے نازل کیا ہے؟

☆ کیا اس لئے کہ اس سے تعویذ گنڈے بنائے جائیں اور بچوں اور مریضوں کو پہنائے جائیں؟

☆ یا اس لئے کہ قبرستان میں مردوں پر پڑھا جائے اور کٹھ ملا اس کو مال سمیٹنے کا ذریعہ بنالیں؟

☆ یا اس لئے کہ مکار لوگ اسے برتنوں پر لکھا کریں اور دھوکر اس کا پانی مریضوں اور سحر زدہ لوگوں کو پلائیں۔

☆ یا اس لئے کہ کام چور اور بے عمل لوگ بھیک مانگنے کے لئے راستوں پر پڑھا کریں؟

☆ یا اس لئے کہ پورا قرآن ایک صفحہ میں چھاپ کر زینت اور برکت کے لئے دیواروں اور تعویذ بنا کر گردنوں میں لٹکایا جائے؟

☆ یا اس لئے کہ پیشہ ور لوگ اس کی تعویذ بنائیں اور مسجدوں کے دروازوں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر فروخت کریں، آیۃ الکرسی اور معوذتین کے تعویذ پانچ پانچ آنے میں؟

☆ یا اللہ نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ قوال اور گویّے اس کو گائیں اور سننے والے اس کے نغموں اور موسیقی پر اچھل کود کریں اور جوشِ طرب میں آہ اور واہ کی بارش کریں؟

☆ جیسے وہ کسی کلب یا مجلسِ طرب میں ہوں؟

☆ یا اس لئے کہ بغیر سوچے سمجھے محض طوطوں کی طرح اس کی تلاوت کی جائے؟

☆ یا یہ اس لئے اتارا گیا تھا کہ اس سے جہاں ہمارے اسلاف نے دنیا فتح کرڈالی تھی اب اس کے بجائے آج وہی قرآن کسی اندھیرے گوشے میں غلاف کے اندر رکھ دیا جائے اور گرد وغبار کی تہہ کے اندر وہ چھپا رہے؟ تجھ سے عفو وکرم کی التجا ہے یارب۔

☆ اپنی کتاب عظیم تو نے ان کاموں کے لئے نہیں نازل فرمائی، بلکہ یہ کتاب تو نے اس لئے نازل فرمائی تھی کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور یہ لوگوں کے لئے روشن چراغ بنے، تو نے اس لئے نازل فرمایا تھا کہ یہ سارے عالم کے لئے ''بشیر ونذیر'' بنے۔

☆ یہ کتاب تو نے زندوں کے لئے اتاری تھی مردوں کے لئے نہیں، تو نے اس لئے اتارا تھا کہ مسلمان اس کو اپنے گھروں، بازاروں اور مدرسوں میں اپنا نظام ودستور بنائیں۔

ہم نے اسے چھوڑ دیا اور زندگی کی راہ پر اس طرح چلے کہ قرآن کے مقاصد اور پروگرام ترک کرنے اور قرآن کے خلاف عملی بغاوت کے نتیجے میں ہم پستی اور بدبختی کی قعرِ مذلت میں گرتے ہی چلے گئے۔

ہم نے قرآن کا مفہوم اور اس کے مقاصد کو کچھ اتنے عجیب وغریب طریقے سے

بدل ڈالا جس کی مثال پچھلی امتوں میں نہیں ملتی ، پچھلی امتوں نے بھی آسمانی کتابوں کا انکار کیا لیکن ہم نے یہ بات کسی امت کے متعلق نہیں سنی کہ اس نے آسمانی کتاب کو مُردوں کے لئے پونجی بنائی ہو۔

ہم نے ان کروڑوں انسانوں کو بے لگام چھوڑ دیا جن کی تبلیغ و ہدایت کا ہمیں ذمہ دار بنایا گیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے جنگ اور تباہی کے وہ آلات بنائے جوان کے اور ہم سب کے لئے تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

چودہ صدیاں پہلے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بشارت دی تھی: ﴿**تَرَكتُ فِيكُم اَمرَينِ لَن تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكتُم بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِى**﴾

ترجمہ: میں نے تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

جب ہمارے آباواجداد نے حقیقی معنوں میں اس کو مضبوط پکڑا اور اسے اپنی زندگی اور عمل کا دستور بنالیا تو چند ہی سال میں ساری دنیا کے سردار اور انسانیت کے رہنما بن گئے۔ قرآن تو ہم روز پڑھتے ہیں مگر اس کی قراءت ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتی ، ہم تو سلف صالحین سے زیادہ قرآن پڑھتے ہیں ،لیکن کسی طرح بس پڑھتے ہیں نہ فہم نہ تدبر نہ عمل۔ بلکہ ہم میں سے اکثر کی تلاوت پر تو بزرگوں کا یہ مقولہ صادق آتا ہے: (**كَم تَالٍ لِلقُرآنِ وَالقُرآنُ يَلعَنُهُ**)

ترجمہ: کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن خود انہیں کولعنت کرتا ہے،

مثلاً وہ پڑھتے ہیں: ﴿اَلاَ لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ الظّٰالِمِینَ﴾ وھو ظالم

ترجمہ: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، بسا اوقات ظالم وہ خود ہوتا ہے اور اللہ کی لعنت خود اس کی زبان سے اس پر پڑ جاتی ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہوتا۔

مسلمانو! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی غفلت سے بیدار ہو جائیں اور ضلالت سے اپنا دامن صاف کر لیں۔ آخر ہمارے علماء ان بدعات کے خلاف جنگ کرنے کے لئے کب کھڑے ہوں گے؟ اگر ان کے اندر ان بدعات کے خلاف لب کشائی کی ہمت نہیں تو اپنی دستارِ فضیلت اتار دیں، یا کم از کم ان لوگوں کی تائید کریں جو ان بدعات کے خلاف لڑ رہے ہیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ خود علماء دین ہی نے ان بدعات کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو مختلف آداب اور نفرت انگیز فتووں سے متہم کر رہے ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ ایسے نازک دور میں جبکہ ہم کو خاندانی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی خطرات نے ہر چہار طرف سے گھیر رکھا ہے، ہم اپنی گہری نیند سے بیدار ہو جائیں اور کتاب اللہ پر پوری طرح جم جائیں اور اس کی تلاوت غور تدبر کے ساتھ کریں اور اسے زندگی کا منشور اور دستورِ حیات سمجھیں۔

آئندہ صفحات میں مُردوں کے لئے قرآن خوانی کی مروجہ رسم کے متعلق بڑی اہم بحث آرہی ہے، جسمیں قبروں اور مردوں، پر قرآن خوانی کرنے والوں کے ان توہمات اور جھوٹے دعووں کا پردہ چاک کیا گیا ہے اور صحیح دلائل سے اس کو واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا اور ثابت کیا گیا ہے کہ

اس من گھڑت رسم سے قرآن کا بے محل استعمال ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی عظمت ،قدر ومنزلت اور مقصد نزول متاثر ہو رہا ہے ہم اس مقدمہ کو ایک مفکر کی اس عبارت پر ختم کر رہے ہیں ۔

'' مسلمانوں ! تم ابھی تک دین کے نام نہاد ٹھیکداروں اور کم علم ملاّ ؤں کے غلام ہو، اور تم ابھی تک اپنی زندگی کے قانون اور فقہ میں قرآن کی حکمت سے مدد نہیں لیتے ہو۔

قرآن جو تمہاری زندگی کا مقصد ہے اور تمہاری قوت کا سر چشمہ ،لیکن قرآن سے تمہارا لگاؤ زندگی کے لئے نہیں موت کے لئے ہے۔ جب زندگی کے کاموں سے فارغ ہو کر تم موت کی سرحد میں داخل ہوتے ہو،تو نزع کے عالم میں قرآن تم پر پڑھا جاتا ہے تاکہ تم سہولت سے مر جاؤ۔کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن تم کو زندگی اور قوت بخشنے آیا تھا،اب اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ تم آرام سے مر جاؤ۔

ضرورت ہے کہ اسلام سے دور کرنے والی اس سڑی ہوئی تقلید کے خلاف بغاوت کی جائے اور دور جاہلیت کے عرب مشرکین سے زیادہ شرک کرنے والے ان قبر پرستوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے جو مصائب کے وقت مُردوں کی بوسیدہ ہڈیوں کی طرف رخ کرتے ہیں اور انہیں سے اپنی حاجات پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں ،انہیں کو واسطہ بناتے ہیں، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اس خیال سے کہ قبر والے ان کو اللہ کے قریب کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات میں ان قبر پرستوں کا مذاق اڑایا ہے جنہوں نے مردوں سے استغاثہ کر کے اپنی عقلوں کو مسخ کر ڈالا اور اپنے ضمیر کو مار دیا ہے اور چونکہ کتاب اللہ کا دامن انہوں نے چھوڑ دیا ہے، اس لئے شرک ان کے دلوں میں جم گیا ہے۔ اللہ کا ارشادہ ہے: ﴿وَمَــن اَضَــلُّ مِــمَّــن يَــدعُـوا مِـن دُونِ الــلّٰــهِ مَـن لايَستَـجِيــبُ لَــهُ إلــىٰ يَـومِ الـقِيَــامَةِ وَهُـم عَن دُعَـائِهِم غَـافِلُونَ﴾ (الاحقاف:۵)

ترجمہ: اوراس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو ایسے لوگوں کو پکارے جو قیامت تک ان کو جواب نہ دے سکیں اوران کوان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔

نیز فرمایا: ﴿لَـهُ دَعـوَةُ الحَقِّ وَالَّذِينَ يَدعُونَ مِن دُونِهِ لاَ يَستَجِيبُونَ لَهُم بِشَىءٍ إلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيهِ إلىٰ المَاءِ لِيَبلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ، وَمَا دُعَاءُ الكَافِرِينَ إلَّا فِى ضَلاَلٍ﴾ (الاحقاف:۱۴)۔

''سودمند پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ دور سے اس کے منہ تک آ جائے حالانکہ وہ اس تک کبھی نہیں آ سکتا اور کافروں کی پکار بے کار ہے''۔

ضرورت ہے کہ ہم شریعت محمدیہ ﷺ کو بدعات سے پاک وصاف کریں اور اصلاح دین کی مشعل لے کر اٹھیں اسی پر ہماری دینی ترقی منحصر ہے اور اسی میں ہماری

عزت کا راز مخفی ہے۔ اس لئے ہم علماء اور مفکرینِ اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ اصلاح اُمّت کے لئے کھڑے ہوں۔

سوال

کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے؟

الجواب

ہمارے ایک دینی بھائی نے ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ: ''کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے؟

لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار کردیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم قبروں کی زیارت اور ایصال ثواب سے متعلق جملہ امور کا تفصیلی ذکر کررہے ہیں۔

قبروں کی زیارت کے بارے میں آنحضرتﷺ کا معمول

سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوجاتے تو قبر کے پاس کھڑے رہتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دُعا مانگو کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا''۔ اور ابوداود میں یہ بھی ہے کہ میت جب قبر میں رکھی جاتی تو آپﷺ فرماتے: '' **بِسمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلیٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ**''(۱)۔

ان احادیث میں کبھی یہ ذکر نہیں آیا کہ آپ ﷺ نے قبر پر کوئی سورہ پڑھی ہو جیسا کہ آج رواج عام ہو گیا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمائی، آپ خود روئے اور آس پاس والوں کو بھی رلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی تھی کہ والدہ کے لئے مغفرت طلب کروں، لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اللہ سے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت مل گئی، پس آپ لوگ بھی قبروں کی زیارت کریں کیونکہ قبریں موت کو یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں اور آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دستور نبوی ﷺ صرف یہ ہے کہ مردوں کے لئے استغفار کیا جائے قرآن نہ پڑھا جائے۔ یہی منقول (۲) بھی ہے اور معقول بھی، کیونکہ قرآن میں تو دراصل دین کے احکام و آداب کا ذکر ہے اور حلال و حرام کا بیان ہے

---

(۱) حاشیہ صفحہ گزشتہ: افسوس کہ یہ سنت مٹتی جارہی ہے اور بہت کم لوگ دفن کے بعد قبر کے پاس ٹھہرتے ہیں، کتنے تو ایسے ہیں جو جنازہ پڑھ کر واپس آجاتے ہیں، کتنے قبر پر مٹی ڈال کر چلے آتے ہیں، چند ہی رہ جاتے ہیں جو آخر تک کھڑے ہو کر دعائے تثبیت پڑھتے ہیں۔ (۲) قبروں کی زیارت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے معمول کا خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو دعا دی جائے، ان پر سلام کیا جائے، عبرت حاصل کی جائے، فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ قبروں کی زیارت کے موقع پر نبی کریم ﷺ سے متعدد دعائیں منقول ہیں جن میں سے ایک یہ ہے: ''**اَلسَّلاَمُ عَلَيكُم اَهلَ الدِّيَارِ مِنَ المُؤمِنِينَ وَالمُسلِمِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللّٰهُ بِكُم لَلاَحِقُونَ، اَنتُم لَنَا فَرَطٌ وَنَحنُ لَكُم بِالاَثَرِ**'' ''تم پر سلامتی ہو اے بستی کے اہل ایمان و اسلام! اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، تم ہم سے پہلے ہو ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں''۔

جس سے مردوں کو قطعی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور قرآن وحدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔

انسان مرنے کے بعد کن چیزوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے

میت کو انہیں چیزوں سے نفع پہنچتا ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مقرر کیا ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿**إذَا مَاتَ الإنسَانُ انقَطَعَ عَمَلُهُ إلاَّ مِن ثَلاَثٍ ، صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ اَو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ**﴾ (مسلم)

ترجمہ: جب انسان مرگیا تو اس کا عمل ختم ہوگیا سوائے تین طریقہ کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا صالح اولاد اس کے لئے دعا کرے۔

۲- نیز میت کو نفع اس حدیث کے مطابق بھی پہنچتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: مومن کے عمل اور اس کی نیکیوں میں سے اس کی موت کے بعد جو اسکو پہنچتا ہے وہ علم ہے جو وہ کسی کو سکھائے اور پھیلائے اور نیک اولاد چھوڑے اور قرآن کا وارث بنائے یا مسجد تعمیر کرائے یا مسافر خانہ بنوائے یا ایسا صدقہ جو وہ اپنے مال میں سے نکالے اپنی صحت اور زندگی میں تو وہ اس کو اس کی موت کے بعد پہنچے گا۔ (ابن ماجہ)

۳- نیز میت کو اس کی موت کے بعد اس سنت حسنہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے جس کو اس نے اپنے عمل سے زندہ کیا اور اس کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، جیسا کہ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص اسلام میں کوئی سنت جاری کرے تو اس شخص کو اس سنت کے اجراء کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو اس سنت پر اسکی وفات کے

بعد عمل کرتے رہیں گے لوگوں کے اجر میں سے کچھ کم کئے بغیر''۔

۴- اور جب میت کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کی جائے تب بھی اس کو ثواب ملتا ہے، جیسا کہ بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: ''میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اس کا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں بے شک''۔

۵- مسند احمد اور سنن میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا تو ان کے حق میں کونسا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی'' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور اعلان کروادیا کہ یہ اُم سعد کے ثواب کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ پانی ان صدقات میں سے ہے جس کا ثواب میت کو اس کی اولاد کی طرف سے پہنچتا ہے۔ اس حکم میں کنواں نہر، سبیل، پائپ مشین وغیرہ شامل ہیں۔

۶- اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا کہ میرے والدین نے مال چھوڑا ہے اور اس کے بارے میں کوئی وصیّت نہیں کی ہے۔ تو اگر میں ان کے لئے صدقہ کروں تو کیا ان کے واسطے کافی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

۷- اور میت کو مسلمانوں کی دعا اور اس کے لئے ان کے استغفار سے ثواب بھی پہنچتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿**وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعدِهِم يَقُولُونَ رَبَّنَا اغفِر لَنَا وَلِإخوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإيمَانِ**﴾ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: اور جولوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! بخش دے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے۔

اور سنن میں مرفوعاً ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا مانگو۔

زندوں کی طرف سے مردوں کو ثواب پہنچنے کے سلسلے میں احادیث مذکورہ میں یہی مذکورہ بالا چیزیں ثابت ہیں، لیکن ان میں کوئی ایک بھی ایسی دلیل نہیں جس سے مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن پڑھنے یا کوئی مخصوص سورہ جیسے یٰسین وغیرہ پڑھنے کی بو بھی آتی ہو، یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا وظیفہ مثلاً سورہ اخلاص کا ایک لاکھ بار ورد یا لا الہ الا اللہ کی ہزار تسبیح وغیرہ۔ اب ہم اس سلسلے میں مفسرین محدثین اور اصولیین اور ائمہ مذاہب کے اقوال پیش کریں گے جن سے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو جائے گا کہ آج جو لوگ ماتم اور قبروں پر قرآن خوانی کی باتیں کر رہے ہیں، اس سے شریعت اسلامیہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا کچھ تعلق نہیں۔

مفسرین کے اقوال

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: ﴿**اَم لَم يُنَبَّا فِي صُحُفِ مُوسىٰ وَإِبرَاهِيمَ الَّذِى وَفّٰى اَلَّا تَزِرَ وَازِرَةٌ وِزرَ اُخرَىٰ وَاَن لَيسَ لِلإِنسَانِ إلَّا مَا سَعَىٰ وَاَنَّ سَعيَهُ سَوفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجزَاهُ الجَزَاءَ الَاوفَىٰ**﴾ (النجم:۳۶-۴۱)

ترجمہ: کیا جو باتیں موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی

اور ابراہیم علیہ السلام کو جنہوں نے (حقِ طاعت اور رسالت) پورا کیا یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائیگی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

یعنی جس شخص نے کفر یا اور کسی گناہ کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا تو اس کا وبال اسی کے اوپر ڈالا جائے گا۔ کوئی دوسرا شخص وہ بوجھ نہیں اُٹھائے گا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿**وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزرَ أُخرَىٰ وَإِن تَدعُ مُثقَلَةٌ إِلىٰ حِملِهَا لاَ يُحمَل مِنهُ شَيءٌ وَلَو كَانَ ذَا قُربَىٰ**﴾ (فاطر:۱۸)

ترجمہ: اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ اٹھانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اُٹھائے گا۔ اگر چہ قرابت دار ہی ہو۔

نیز ارشاد فرمایا: ﴿**وَأَن لَيسَ لِلإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ**﴾ (النجم:۳۹)

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا گناہ نہیں لادا جائے گا اسی طرح اس کو اجر بھی اتنا ہی ملے گا جتنا وہ اپنے لئے کمائے گا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے استنباط کیا ہے کہ قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا، کیونکہ یہ مردوں کا عمل وکسب نہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس کا حکم نہیں دیا

اوراشارۃً وصراحۃً بھی اس طرف ان کی رہنمائی نہیں فرمائی نہ اس کی ترغیب انہیں دی اورصحابہ کرام میں سے بھی کسی کی طرف سے یہ بات نہیں کہی گئی، اگر میّت کے لئے قرآن خوانی کوئی کارخیر ہوتا تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس کی سعادت حاصل کرلئے ہوتے ، اعمالِ خیر میں صرف نصوص پر انحصار کیا جاتا ہے۔ رائے اور قیاس کواس میں دخل نہیں۔ البتہ دعا اور صدقہ کے بارے میں اتفاق ہے، شارع علیہ السلام کی طرف سے واضح نص موجود ہے کہ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

رہی وہ حدیث جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتﷺ کا ارشاد ہے کہ: ﴿**إذَا مَاتَ الإنسَانُ انقَطَعَ عَمَلُهُ إلَّا مِن ثَلاَثٍ ، وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ اَو صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِن بَعدِهِ اَو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ**﴾ (مسلم)

ترجمہ: جب انسان مرگیا تو اس کا عمل منقطع ہوگیا سوائے تین طریقے سے صالح اولاد اس کے لئے دعا کرے، ایسا صدقہ جو اس کی وفات تک جاری رہے یا ایسا علم جس سے نفع اُٹھایا جاتا رہے۔

تو یہ تینوں چیزیں حقیقت میں میت ہی کا عمل اس کی کوشش اور محنت کا نتیجہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

﴿**إنَّ اَطيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِن كَسبِهِ وَإنَّ وَلَدَهُ مِن كَسبِهِ**﴾

ترجمہ: آدمی جو سب سے زیادہ پاکیزہ چیز کھاتا ہے وہ اس کی خود کی کمائی ہے

اوراس کی اولاد اس کی بہترین کمائی ہے۔

اورصدقہ جاریہ وغیرہ بھی انسان ہی کے عمل اوروقف کا نتیجہ ہے جیسا کہ ارشادالٰہی ہے: ﴿إِنَّا نَحنُ نُحيِى المَوتَىٰ وَنَكتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُم﴾ (یٰس:۱۲)

ترجمہ: بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو نشان پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کو قلمبند کر لیتے ہیں۔

اورجس علم کواس نے عوام میں پھیلایا اورلوگوں نے اس کی پیروی کی وہ بھی میت ہی کا عمل اورسعی کا نتیجہ ہے۔جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے:

﴿مَن دَعَا إِلَىٰ هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الاَجرِ مِثلَ أُجُورِ مَن تَبِعَهُ مِن غَيرِ اَن يَنقُصَ مِن أُجُورِهِم شَيئاً﴾

ترجمہ: جس شخص نے کسی ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو عمل کرنے والوں کے اجر کا ثواب ملے گا لیکن عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

امام شوکانی رحمہ اللہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: ﴿وَاَن لَيسَ لِلإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ انسان کو صرف اس کی کوشش کا اجر اور صرف اس کے عمل کی جزاء ملے گی۔کسی کا عمل دوسرے کے کام نہیں آئے گا۔لیکن آیت کا یہ عموم اس آیت کریمہ کو خاص کر دیتا ہے: ﴿اَلحَقنَا

بِهِم ذُرِّيَّتَهُم ﴾ ''ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجہ تک پہنچادیں گے''۔اسی طرح انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت بھی اس کو خاص کر دیتی ہے جو وہ بندگان خدا کی فرمائیں گے۔ نیز مردوں کے لئے زندوں کی دعاؤں کی مشروطیت بھی اس کی مخصص ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت مذکورہ بالا امور کی وجہ سے منسوخ ہوگئی ہے، ان کا یہ خیال درست نہیں۔اس لئے کہ خاص عام کو منسوخ نہیں کرتا بلکہ اس کی فی الجملہ تخصیص کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس کے بارے میں یہ دلیل قائم ہو جائے کہ انسان کو اس کا نفع پہنچے گا، حالانکہ اس کی کوشش کو اس میں دخل نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بھی اس عموم سے مستثنٰی کیا گیا ہے۔

علامہ رشید رضا رحمہ اللہ:

صاحبِ تفسیر المنار نے آیت کریمہ: ﴿**وَلاَ تَكسِبُ كُلُّ نَفسٍ إِلَّا عَلَيهَا وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزرَ أُخرَىٰ**﴾ (الانعام:۱۶۴)

ترجمہ: اور جو کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

کی تفسیر میں ایک لمبی بحث کے بعد فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''قرآن خوانی اور اوراد و وظائف کا ثواب مُردوں کو بخشنے کا جو رواج عام ہو گیا ہے۔ نیز اجرت پر قرآن پڑھوانے اور اس مقصد کے لئے جائداد وقف کرنے کا جو چلن عام ہو گیا ہے وہ سب کا سب بدعت اور غیر شرعی عمل ہے ایسے ہی'' اسقاط

الصلوٰۃ'' کا مسئلہ بھی ہے۔اگر ان باتوں کی دین میں کوئی اصل ہوتی تو ہمارے اسلاف اس سے ناواقف نہ رہتے۔اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو اس کو اس طرح بے کار اور مہمل نہ چھوڑتے ،ضرور اس پر عمل کرتے۔نیز علامہ مرحوم نے فرمایا کہ مردوں پر سورہ یٰسین پڑھنے کی روایت صحیح نہیں ہے۔اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔جیسا کہ محدث دارقطنی کا بیان ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ آج شہر اور دیہات میں مردوں کے لئے ''فاتحہ'' پڑھنے کا رواج جو عام ہوگیا ہے اس بارے میں بھی نہ کوئی صحیح حدیث ہے نہ ضعیف اور نہ موضوع ہی بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جو دلائل ونصوص قطعیہ کے سراسر منافی ہے۔اس کا رواج تو محض اس طرح پڑ گیا کہ نام نہاد علماء جبہ پوش نے اس پر چپ سادھ لی اور عوام اس کے ساتھ چپک گئے اور اسے سنت مؤکدہ بلکہ فرض کا درجہ دے دیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ مسئلہ امور تعبدیہ میں سے ہے جس کا دارومدار کتاب وسنت کی دلیل اور قرن اوّل کے سلف صالحین کا عمل ضروری ہے۔

قرآن مجید کی صریح نصوص اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ مقررہ قاعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں لوگ اپنے ہی اعمال کی جزاء پائیں گے: **﴿یَومَ لاتَملِکُ نَفسٌ لِنَفسٍ شَیئاً﴾**

ترجمہ: جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔

اور **﴿وَاخشَوا یَوماً لاَ یَجزِی وَالِدٌ عَن وَلَدِہِ وَلاَ مَولُودٌ ھُوَ جَازٍ**

عَن وَالِدِهِ شَيئاً ﴾ (لقمان:۳۳)

ترجمہ: اور اس دن کا خوف کرو نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاص رشتہ داروں کو اللہ کا یہ حکم پہنچا دیا ہے:

﴿ اِعمَلُوا لاَ اُغْنِی عَنکُم مِنَ اللّٰہِ شَیئًا ﴾ ''عمل کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا''۔ معلوم ہوا کہ آخرت میں نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ نفس کو صاف ستھرا کرنے پر ہے۔

علامہ مرحوم نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کچھ قرآن پڑھا اور دُعا میں کہا کہ ''اے اللہ میں نے جو کچھ قرآن پڑھا تو اسے رسول اللہ ﷺ کی بزرگی میں اضافہ کا ذریعہ بنا''، تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ بعد کے قاریوں کی ایجاد ہے۔ پچھلے لوگوں میں تو ہم نے اس کی بابت کچھ نہیں سُنا نہ جانا''۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ اکثر کٹھ مُلا جو قرآن کی ایک آیت کا معنیٰ تک نہیں جانتے انہیں آیت:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا ﴾

ترجمہ: اور جو کچھ رسول تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

کا معنیٰ معلوم ہے اور نہ انہیں اس صحیح حدیث کا علم ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے

فرمایا ہے: ﴿مَن عَمِلَ عَمَلاً لَیسَ عَلَیہِ اَمرُنَا فَھُوَ رَدٌّ﴾

ترجمہ: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا دین نہ تھا وہ مردود ہے۔

اور یہ حدیث:

﴿شَرُّ الاُمُورِ مُحدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحدَثَۃٍ بِدعَۃٌ وَکُلَّ بِدعَۃٍ ضَلاَلَۃٌ﴾

ترجمہ: تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہے جو دین میں نیا پیدا کیا گیا ہو اور ہر نیا پیدا کیا گیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

بس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو اپنی خوراک کا ذریعہ بنالیا ہے، ان کا حساب اللہ ہی کے ذمہ ہے(۱)۔

....

(۱) ان کے علاوہ اور بھی صحیح احادیث اسی مضمون کی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے قرآن کی بابت فرمایا ہے: ﴿اِقرَءُ وا القُرآنَ وَلاَ تَاکُلُوا بِہِ وَلاَ تَستَکثِرُوا بِہِ وَلاَ تَجفُوا عَنہُ وَلاَ تَغلُوا فِیہِ﴾ ''قرآن پڑھو اور اس سے کھاؤ مت، اس سے مال مت بڑھاؤ، اس سے سختی اختیار مت کرو اور اس میں غلو مت کرو''۔

ائمہ حدیث کے اقوال

امام نووی رحمہ اللہ:

نے شرح مسلم میں ''**باب وصول ثواب الصدقة عن الميت**'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ میری والدہ اچانک انتقال کر گئیں اور وصیّت نہیں کی اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ بول سکی ہوتیں تو ضرور صدقہ کرتیں لہٰذا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بے شک۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ میت کو فائدہ پہنچاتا ہے اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دُعا بھی میت کو پہنچتی ہے اور قرض بھی میت کی طرف سے ادا ہوتا ہے اور میت کی طرف سے حج بدل بھی صحیح ہے، نذر کے روزے کی قضاء بھی جائز ہے۔ اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں اور سب کے بارے میں نصوص موجود ہیں اور ہمارا یہ معروف مذہب ہے کہ قرآن کی قراءت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا''۔

امام صنعانی رحمہ اللہ:

نے ''سبل السلام'' میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی قبروں کے پاس کے گذرے اور ان کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

﴿اَلسَّلاَمُ عَلَیکُم یَا اَھلَ القُبُورِ یَغفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُم ، اَنتُم سَلَفُنَا وَنَحنُ بِالاَثَرِ﴾ (ترمذی)

ترجمہ: اے قبروالو! تم پر سلام ہو، اللہ ہم کو اور تم کو بخش دے، تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ آدمی جب کسی کے لئے دُعا یا استغفار کرے تو پہلے اپنے لئے دُعا اور استغفار کرے۔ قرآن کی دعائیں ایسی ہی ہیں مثلاً ﴿رَبَّنَا اغفِر لَنَا وَلِاِخوَانِنَا﴾ اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو''۔ ﴿فَاستَغفِر لِذَنبِکَ وَلِلمُؤمِنِینَ﴾ بخشش مانگئے اپنے گناہ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے''۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ اور اس طرح کی دُعائیں بلا اختلاف میت کے لئے مفید ہیں لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔

امام شوکانی رحمہ اللہ:

نے منتقی کی شرح میں فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اُن کے اصحاب کی ایک جماعت کا مشہور مذہب یہ ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت مردوں کے لئے مفید نہیں اور نہ قرآن قبروں پر پڑھا جائے اس کی واضح دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اِقرَؤا سُورَۃَ البَقَرَۃِ فِی

بُیُوتِکُم وَلاَ تَجعَلُوھَا قُبُوراً ﴾ (بیہقی)

ترجمہ: اپنے گھروں میں سورہ بقرہ پڑھواوران کوقبرستان مت بناؤ۔

نیزفرمایا: ﴿**صَلُّوا فِی بُیُوتِکُم وَلاَ تَتَّخِذُوھَا قُبُوراً**﴾ (ترمذی)

ترجمہ: اپنے گھروں میں نماز پڑھواوران کوقبرستان مت بناؤ۔

اگرمُردوں کوثواب پہنچانے کے لئے ان کی قبروں پرقرآن پڑھنا مفید ہوتا تو آنحضرتﷺ جوایمان والوں کے ساتھ رؤف ورحیم تھے یہ نہ فرماتے کہ قرآن اورنماز گھروں میں پڑھواورگھروں کوقبرستان مت بناؤ۔

آپﷺ نے ایسامحض اس لئے فرمایا کہ قبریں قرآن کی تلاوت اورنماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہیں اوریہی وجہ ہے کہ آنحضرتﷺ سے زندگی میں ایک باربھی یہ ثابت نہیں ہے کہ آپﷺ نے قبروں پرقرآن یاقرآن کی کچھ سورتیں پڑھی ہوں، جبکہ آپﷺ نے کثرت سے قبرکی زیارت فرمائی اورلوگوں کوزیارتِ قبورکےآداب وطریقے کی تعلیم بھی دی۔

ائمہ مذاہبِ اربعہ کےاقوال

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

ملاّعلی قاری حنفی نے "**الفقه الاکبر**" صفحہ۱۱۰میں لکھاہے: (**ثم القراءة عند القبور مکروهة عند ابی حنیفة ومالک واحمد رحمهم الله فی روایة لانه محدث لم ترد به السنة وکذلک قال شارح الإحیاء**)۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قبروں کے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ بدعت ہے اس کے بارے میں حدیث وارد نہیں ہے شارح احیاء العلوم کا بھی یہی بیان ہے (۱)۔

علامہ عز بن عبدالسلام رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو جو ہدیہ کیا جاتا ہے تو یہ ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو علامہ موصوف نے جواب دیا کہ تلاوت قرآن کا ثواب تلاوت ہی کرنے والے کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے سِوا دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ نیز فرمایا: ''مجھے تعجب ہے کہ کچھ لوگ اس کو خوابوں کے ذریعے ثابت کرتے ہیں جبکہ خواب اس کے لئے دلیل نہیں ہو سکتے۔

امام مالک رحمہ اللہ:

شیخ ابن ابی جمرہ کا بیان ہے کہ قبروں کے پاس قرآن پڑھنا سنت نہیں بدعت ہے (المدخل) اور شیخ الدردیر نے اپنی کتاب ''شرح الصغیر ص ۱۸۰ میں لکھا ہے'' قرآن کا کوئی حصہ موت کے وقت پڑھنا اور مرنے کے بعد قبروں پر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کا عمل نہیں۔ ان کا معمول تو تھا مردوں کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا

---

(۱) حنفی مذہب کا فتویٰ: امام برکوی نے اپنی کتاب ''الطریقۃ المحمدیۃ'' کی تیسری فصل امور مبتدعہ و باطلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ لوگ یہ سمجھ کر اس پر مائل ہیں کہ کار ثواب ہے، مثلاً میت کی اس وصیت کو پوری کرنا کہ اس کی وفات یا اس کے بعد کسی دن کھانا تیار کر کے کھلانا اور ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنے والوں کو روپیہ دینا اور تسبیحات پڑھنا بدعت، باطل اور اس کی اجرت حرام ہے اور اس کا پڑھنے والا گنہگار ہے۔

اور قبروں سے عبرت حاصل کرنا۔

امام شافعی رحمہ اللہ:

قرآن خوانی کے ثواب کا میت تک نہ پہنچنے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ﴿**وَاَن لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ**﴾

ترجمہ: انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اور اس حدیث سے: ﴿**إذَا مَاتَ الإنسَانُ انقَطَعَ عَمَلُهُ**﴾ الخ

ترجمہ: جب انسان مر گیا تو اس کا عمل منقطع ہو گیا۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنا اور میت کی طرف سے نماز پڑھنی وغیرہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور کا یہ مسلک ہے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس مضمون کو کئی جگہ دہرایا ہے۔

اور ''**شرح المنهاج لابن النحوی**'' میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب قبر پر کسی کو قرآن پڑھتے دیکھ لیتے تو فرماتے: ''اے شخص قبر پر قرآن پڑھنا بدعت ہے''۔ اور یہی جمہور سلف کا بھی قول ہے۔ نیز

آپ کا فتوی ہے:

(القرأة علی المیت بعد موتہٖ بدعةٌ)'' میت پر وفات کے بعد قرآن پڑھنا بدعت ہے''۔

نیز آپ فرماتے ہیں: ''یہ سلف صالحین کی عادت نہ تھی کہ جب وہ نفلی نماز پڑھتے یا نفلی حج کرتے یا قرآن پڑھتے تو اس کا ثواب مسلمان مردوں کو بخشتے۔ لہٰذا سلف صالحین کے طریقے سے ہٹنا نہیں چاہیئے۔ رہی حدیث: ﴿......**اِقْـرَؤا عَـلـٰی مَوتَاکُم یٰس**﴾ ''اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو'' ،تو یہ حدیث مضطرب الاسناد و مجہول السند ہے۔ اگر یہ صحیح بھی مان لی جائے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ میت پر یٰسین پڑھی جائے بلکہ مر رہے ہوں تو ان پر''۔

امام ابوالحسن البعلی کا بیان ہے کہ مزدوری پر قرآن پڑھوانا جائز نہیں اور نہ ہی اس کا ثواب بخشنا جائز ہے ،کیونکہ اس بارے میں علماء سلف سے کچھ منقول نہیں۔ اور قاری جب روپے کے لئے پڑھے گا تو اس کو ثواب نہیں ملے گا، پھر وہ میت کو کیا بخشے گا۔ اکثر علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قرآن کی تلاوت کا ثواب پڑھنے والے ہی کو ملتا ہے، میت کو نہیں پہنچتا۔

اگر قرآن خوانی کا ثواب میت کو پہنچتا ہے تو ایک مسلمان بھی جہنم میں نہ جاتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھا اس کو اس حرف کے بدلے ایک سے دس تک نیکی ملے گی۔ الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ الف

ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

جب قرآن خوانی ہی سے مردوں کی بخشش ہو جاتی ہے تو آخر قبروں پر ٹیپ ریکارڈ کیوں نہیں رکھ دیئے جاتے تا کہ ریکارڈ کیا ہوا قرآن دن رات قبر پر بجتا رہے اور قرآن کی آواز سے مردوں کی بخشش ہوتی رہے؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

علماءاصول کے اقوال

'' **طریق الوصول الی ابطال البدع بعلم الاصول**'' کے مصنف کا بیان ہے کہ عوام آج جو بدعات کرتے ہیں اُن کی مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں:

اوّل: میت پر رحمت کی نیت سے قبروں پر قرآن کا پڑھنا اس کی ضرورت اور حاجت کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام نے اس کو نہیں کیا۔ میت کے ساتھ شفقت کے تقاضے کے باوجود اس کا ترک واضح دلیل ہے کہ اس کا کرنا بدعت ہے اور اس کا ترک کرنا سنت ہے کیونکہ یہ بات کسی بھی طرح عقل میں نہیں آتی کہ آنحضرت ﷺ جو امت کے لئے رؤف ورحیم تھے ایک ایسا عمل ساری عمر ترک فرما دیں اور کبھی ایک بار بھی نہ کریں جس کا نتیجہ اُمت کے لئے رحمت اور نفع بخش ہوتا۔

دوم: مقررہ تعداد میں '' **صمدیہ یا جلالہ**'' کا پڑھنا، قرآن بذات خود تلاوت کرنے والے کے لئے عبادت ہے بندہ اس کی تلاوت اور سماعت سے اللہ کا

قرب حاصل کرتا ہے اور اس میں کسی کو کلام نہیں، بحث تو صرف اس بات میں ہے کہ میت کی گردن کو جہنم سے نجات دلانے کے لئے قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے؟

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مُردوں کے لئے نہیں اترا بلکہ زندوں کے لئے اترا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**إن هُوَ إلاَّ ذِكرٌ وَقُرآنٌ مُبِينٌ ، لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ القَولُ عَلىٰ الكَافِرِينَ**﴾ (یٰس: ٦٩)

ترجمہ: یہ تو محض نصیحت اور صاف قرآن ہے تا کہ اس شخص کو جو زندہ ہو ہدایت کا راستہ دکھائے اور کافروں پر بات پوری ہو جائے۔

اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اطاعت اور عمل کرنیوالے کو انعام کی بشارت دے اور نافرمانوں کو سزا کی وعید سنائے، یہ اس لئے اترا تھا کہ ہم اس کے ذریعے اپنے نفوس کو سنواریں اور اپنے حالات کی اصلاح کریں۔ دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآن کو بھی اللہ نے محض اس لئے نازل کیا تھا کہ اس کی ہدایت پر لوگ عمل کریں اور اس کی رہنمائی سے راہ یاب ہوں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿**إنَّ هٰذَا القُرآنَ يَهدِى لِلَّتِى هِى اَقوَمُ وَيُبَشِّرُ المُؤمِنِينَ الَّذِينَ يَعمَلُونَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُم اَجراً كَبِيراً ، وَاِنَّ الَّذِينَ لايُؤمِنُونَ بِالآخِرَةِ اَعتَدنَا لَهُم عَذَاباً اَلِيماً**﴾ (الإسراء: ٩)

ترجمہ: یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے عظیم اجر ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دُکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فرمایئے کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا ہے کہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی ایسی کتاب بھی تھی جو مُردوں پر پڑھی جاتی تھی یا جس سے مزدوری اور صدقہ لیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی ﷺ کو یوں ارشاد فرمایا:

﴿**قُل مَا اَسئَلُکُم عَلَیهِ مِن اَجرٍ وَمَا اَنَا مِنَ المُتَکَلِّفِینَ ، إن هُوَ إلَّا ذِکرٌ لِلعَالَمِینَ وَلَتَعلَمُنَّ نَبَاَهُ بَعدَ حِینٍ**﴾ (ص:۸۸)

ترجمہ: اے پیغمبر کہہ دو میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں، یہ قرآن تو اہل عالم کے لئے ایک نصیحت ہے اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔

کیا رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام پر ''صمدیہ'' اور ''جلالہ'' مقررہ تعداد میں پڑھا کرتے تھے تاکہ ان کی گردن جہنم سے آزاد ہو جائے؟ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ جو خطا سے معصوم نہیں ہیں ان کو گناہوں کے کفارہ اور مرتبہ کی بلندی کی سخت حاجت ہے۔ کیا آپ ﷺ کی سنت یہ نہ تھی کہ اپنے اصحاب کو دفن فرمایا کرتے تھے اور ہر شخص اپنے کام پر چلا جاتا اور مرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا یہی طریقہ تھا اور اسی کی اقتداء کرنی چاہئے۔

بعض بدعات کا بیان

قبر پر فاتحہ خوانی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بابت مشہور ہے کہ آپ قبر پر سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا آخر پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے، حالانکہ یہ اثر شاذ ہے اس کی سند نہیں ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس کی موافقت نہیں فرمائی ہے، اس کے علاوہ صمدیہ، معوذتین، الھالکم التکاثر، الکافرون کی تلاوت اور مردوں کو اس کا ثواب بخشنا باطل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اقوال اور صحابۂ کرام کا عمل اس کی تائید نہیں کرتا۔

سڑکوں اور مزاروں پر قرآن کی تلاوت:

مزاروں، سڑکوں اور بھیک مانگنے کے لئے قرآن پڑھنا بدعت اور حرام ہے، اس لئے کہ قرآن کو بھیک مانگنے کا ذریعہ بنانا ہی ایک ذلیل کام ہے۔ اس سے کلام الٰہی کی اہانت اور رسوائی ہوتی ہے۔ اسلام نے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کی عام طور پر مذمت کی ہے، لیکن قرآن کے ذریعہ بھیک مانگنے کو تو سخت ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔

برسی کا اہتمام:

میت کی وفات کے دن اس کی برسی منانے کے لئے شامیانے لگانا جہاں تعزیت کے لئے آنے والے لوگ تسبیحات پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو بخشیں، یہ سب کھلی بدعت ہے۔ جہاں تک شامیانے کا تعلق ہے یہ اہتمام خود ایک بدعت

ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: میت پر اس کا عمل سایہ دیتا ہے نہ کہ خیمے، اسی طرح جنازے سے واپسی کے بعد تعزیت کرنے والوں نیز فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا، اسی طرح جمعرات کے دن اور وفات کے چالیسویں دن اور برسی کے دن کھانا کھلانا، محفل منعقد کرنا، قل کا وظیفہ پڑھوانا سب بدعت محرمہ ہے جس کا کوئی ثبوت نہ عمل نبوی ﷺ سے ہے نہ عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، یہ سب کسب معاش اور اسراف اور مال واسباب کی بربادی کا ذریعہ ہے۔

چالیسویں کی بدعت:

میت کی وفات کے بعد چالیسویں تک ہر جمعرات کو غم تازہ کرنا اور وفات کے بعد پہلی عید کو خاص طور پر منانا اس دن قاریوں کا اہتمام کرنا اور تعزیت کے لئے لوگوں کا انتظار کرنا وغیرہ یہ سب بدعت اور حرام ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے اسناد صحیح کے ساتھ عبداللہ البجلی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ میت کے دفن کے بعد میت والوں کے یہاں جمع ہونا اور میت والوں کی طرف سے کھانا بنانا وغیرہ کو نوحہ کے برابر سمجھتے تھے۔امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل جاہلیت ہے۔

قبروں پر اجتماع:

عید اور جمعہ کے دن عورتوں اور مردوں کا قبروں پر جا کر جمع ہونا اور کھانے پینے کی چیزوں کا تقسیم کرنا اور کچھ مُلاّ لوگوں سے قرآن پڑھوانا اور انہیں اس کی اجرت

ادا کرنا یہ سب امور صریح بدعت اور فعل حرام ہیں، عید کے دن کی خصوصیت کا کوئی ثبوت نہیں اسی طرح قبروں پر قرآن پڑھوانا بے اصل چیز ہے اور اس کو روزی کمانے کا ذریعہ بنانا اور بھی بُرا ہے۔

شبینہ:

رمضان کے مہینے میں رات بھر میں پورا قرآن پڑھوانا اور اس کے لئے خاص محفل منعقد کرنا رسول اللہﷺ کی تعلیم اور آپ کے اصحاب کے عمل کے خلاف ہے کسی بھی صحیح اور معتبر کتاب مین اس کا ثبوت موجود نہیں۔

شریعت کا مطالبہ تو یہ ہے کہ ہم خود اس کی تلاوت کریں آپس میں مذاکرہ کریں اس کے معانی پر تدبر کریں۔ آنحضرتﷺ کا معمول تھا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے اور شب بیداری فرماتے تھے (بخاری و مسلم) لیکن قرآن کے لئے شبینہ کا انعقاد اور حفّاظ سے اجرت پر قرآن پڑھوانے کا کوئی ثبوت نہیں۔

قرآن سے عملیات:

کسی شخص کو ہلاک کرنے یا کسی گروہ کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چالیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنا۔ تعجب ہے کہ ایسے لوگوں کے ذہن سے یہ بات کیسے غائب ہوگئی کہ اللہ نے قرآن کو ''شفا'' اور ''رحمت'' بنا کر بھیجا ہے اور جس کے قلب اطہر پر قرآن کو نازل فرمایا تھا اس کو ''رحمت للعالمین'' بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن اس لئے نہیں

نازل ہوا ہے کہ ہم اس سے بدبختی حاصل کریں، ہمیں افسوس ہے کہ جہلاء قرآن کو کہاں کہاں اور کیسے کیسے غلط کاموں کے لئے استعمال کررہے ہیں۔قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو جس کام کے لئے چاہو استعمال کرو۔وہ سب کام کے لئے مفید ہے۔ یہ عقیدہ باطل اور کذب ہے اور سورۂ یٰسین کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس مقصد کے لئے پڑھی جائے گی وہ مقصد پورا ہوگا، نہایت لغو اور غلط ہے۔آنحضرت ﷺ کی طرف ایسی باتوں کا منسوب کرنا بھی کذب وافتراء ہے۔

سورۂ کہف کی تلاوت کا مخصوص طریقہ:

جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے مسنون ہے۔ البتہ اس کے پڑھنے کی کوئی مخصوص کیفیت نہیں بیان فرمائی گئی ہے، بلکہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو الگ الگ اپنے طور پر پڑھنا چاہئے۔لیکن اب اس کے پڑھنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک قاری مصلیوں کے سامنے تلاوت کر دیتا ہے اور لوگ اس کو سنکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سورۂ کہف کی سنت ادا ہوگئی، حالانکہ سورۂ کہف کی تلاوت کا یہ طریقہ کہیں بھی احادیث میں نہیں بتایا گیا، بلکہ یہ نو ایجاد و بدعت ہے جس سے قطعی طور پر بچنا چاہئے اور سب کو فرداً فرداً اس کی تلاوت کرنی چاہئے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿**مَن قَرَاَ العَشرَ الاَوَاخِرَ مِن سُورَةِ الكَهفِ عُصِمَ مِن فِتنَةِ الدَّجَّالِ**﴾ (مسند احمد، مسلم، نسائی)

ترجمہ: جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں تلاوت کیں، وہ دجال کے فتنے

سے محفوظ کیا جائے گا۔

اسی طرح سورہ الملک کا ایک ہی آواز میں سب کامل کر پڑھنا جیسا کہ ''جماعت خلوتیہ'' کا طریقہ ہے۔اس مخصوص طریقہ پرسورۂ تبارک کی تلاوت صریح بدعت ہے۔

ویسے فی نفسہٖ سورۂ الملک کی تلاوت سنت ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''قرآن کی ایک سورہ نے جس کی تیس آیات ہیں ،ایک شخص کی شفاعت کی اور وہ بخشا گیااور وہ سورہ ''**تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِہِ المُلکُ**'' ہے۔

''الفاتحہ'' کی بدعت:

نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کی ارواح کو ایصال ثواب کے لئے فرض نمازوں کے بعد'' الفاتحہ'' پڑھنا اس عقیدے کے ساتھ کہ ان نفوس قدسیہ کی روحوں کوسورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنے کے نتیجے میں یہ پڑھنے والے حضرات کے مرنے کے بعد اس کے غسل اور قبر میں سوال کے وقت موجود رہیں گے،افسوس یہ کتنی صریح جہالت اور گمراہی ہے جس کی نہ کوئی سند ہے نہ دلیل ، ایسے لوگوں کی عقلوں پر تو خود ماتم کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح نماز کے بعدنماز سے فارغ ہوتے ہی فاتحہ پڑھنے کا رواج ہے اور کہیں کہیں نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے فاتحہ پڑھنا بھی بدعت ہے ۔ اسی طرح قبر یا کسی قبہ سے گذرتے وقت قبلہ رو ہوکر کھڑے ہوجانا اور ہاتھ اُٹھا کر قبر اور قبہ والے کے لئے فاتحہ پڑھنا اور پھر صاحب قبر

ہی سے مدد مانگنی، نیز دفن کے بعد قبرستان سے نکلتے وقت چالیس قدم کے بعد ''الفاتحہ'' پڑھنا، نیز عام مسلمان مردوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے فاتحہ پڑھنا جہل وبدعت ہے۔

سواری روانہ ہونے کے وقت الفاتحہ کی بدعت:

ریل یا ہوائی یا بحری جہاز کے روانہ ہوتے وقت اولیاء اللہ کے لئے کچھ لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں تا کہ وہ سفر میں مسافر کی حفاظت کریں، حالانکہ یہ کھلی ہوئی جہالت بلکہ ضلالت اور شرک ہے۔

مشروع طریقہ یہ ہے کہ سفر کے لئے نکلتے وقت خود کو اور اولاد و مال کو اللہ کے حوالے کر دیا جائے اور غیر اللہ سے ہرگز مدد وحفاظت کی درخواست نہ کی جائے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ﴿**إذَا سَألتَ فَاسألِ اللّٰهَ وَإذَا استَعَنتَ فَاستَعِن بِاللّٰهِ وَاعلَم اَنَّ الاُمَّةَ لَوِ اجتَمَعَت عَلیٰ اَن یَنفَعُوکَ بِشَیءٍ لَم یَنفَعُوکَ إلاَّ بِشَیءٍ قَد کَتَبَهُ اللّٰهُ لَکَ، وَلَوِ اجتَمَعُوا عَلیٰ اَن یَضُرُّوکَ بِشَیءٍ لَم یَضُرُّوکَ إلاَّ بِشَیءٍ قَد کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیکَ رُفِعَتِ الاَقلاَمُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ**﴾ (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: جب سوال کرو تو اللہ سے کرو، جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو اور یقین رکھو کہ اگر ساری امت متحد ہو جائے کہ تم کو ذرا بھی فائدہ پہنچا دے تو جتنا اللہ نے فائدہ پہنچانا مقرر کیا ہے اس سے کچھ بھی زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر سب لوگ مل کر

چاہیں کہ تم کو ذرا بھی نقصان پہنچا دیں تو جتنا اللہ نے لکھا ہے اس سے زائد نہیں پہنچا سکتے۔ قلم اُٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک کر دیئے گئے۔

اسی طرح مروجہ ''الفاتحہ'' بے اصل اور من گھڑت ہے۔ اس کے بدعت اور ضلالت ہونے میں صرف انہیں کو تامل اور تذبذب ہوسکتا ہے جو تقلید و شخصیت پرستی کے شکار ہوں گے۔

قرآن کی تعویذ:

قرآن کی تعویذ بنا کر اس کا کچھ حصہ لکھ کر نظر بد سے بچنے کے لئے بچوں یا بڑوں کے گردن میں لٹکانا یا موٹر کار پر لٹکانا بھی بدعت ہے۔ اس سلسلے میں مشروع اور مسنون یہ ہے کہ سونے کے وقت آیۃ الکرسی اور معوذتین یا احادیث میں جو دُعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں ان کو پڑھا جائے اسی طرح سورۃ الم نشرح کاغذ پر لکھ کر دوکانوں پر لٹکانا تاکہ اس کی برکت سے گاہک زیادہ آئیں، حالانکہ چاہئے تو یہ کہ دوکاندار اپنے گاہکوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور حسن معاملہ اختیار کریں، سچائی اور حسن خلق کے ساتھ بے مناسب دام بڑھانے سے بھی پرہیز کریں تو گاہک خود بخود کھینچ کر آئیں گے۔ رہی تعویذ تو آپ ﷺ نے تعویذ لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿مَن عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَد اَشرَکَ﴾ (مسند، حاکم)

ترجمہ: جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

قبروں پرنذ وذبیحہ وختم قرآن کی بدعت:

قبروں پر مردوں کی برسی کے دن ختم قرآن کرانا، اور جانور ذبح کر کے قرآن خوانی اور برسی کی تقریب میں شریک ہونے والوں کو کھانا کھلانا، اور قبر پر نقد روپے پیسے کی شکل میں نذر پیش کرنا اوران سب اعمال کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ صاحبِ قبر ان چیزوں سے خوش ہوکر ہمیں فائدہ پہنچائیں گے اور ہمیں نقصان سے بچائیں گے اور یہ کہ صاحبِ قبر ہدایا کو قبول فرماتے ہیں، سخت بدعت بلکہ شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے:

﴿مَلعُونٌ مَن ذَبَحَ لِغَیرِ اللّٰهِ﴾ (مسلم)

ترجمہ: جس نے غیراللہ کیلئے ذبح کیا وہ ملعون ہے۔

نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لئے شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص ایک مکھی کی وجہ سے جنت میں گیا۔ اور دوسرا ایک مکھی کے سبب جہنم میں گیا، لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی امت میں دو لوگ سفر کرتے ہوئے ایک استھان کے پاس سے گذرے جہاں ایک بت تھا۔ مجاوروں نے دونوں کو کچھ نذر پیش کرنے کی تاکید کی اور دھمکی دی کہ کچھ بھی پیش کرنا ضروری ہے، چاہے ایک مکھی ہی سہی، ورنہ قتل کردیئے جاؤ گے، ایک شخص نے ڈر کے مارے مکھی بُت پر بھینٹ چڑھادی جس کے سبب وہ جہنم میں گیا، دوسرے نے مکھی بھی نذر کرنے سے انکار کیا تو اسے شہید کردیا گیا جس کے سبب وہ جنت میں داخل

ہوا۔(مسلم)

خاتمہ

الحمد اللہ قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی مروجہ بدعات پر یہ مختصر رسالہ نہایت جامع اور مدلل صورت میں پیش ہوکر علمی طبقوں میں مقبول ہو چکا ہے۔موضوع کی اہمیت اور رسالے کی افادیت کے پیش نظر ضروری تصحیح وترمیم کے بعد اسے دوبارہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مؤلف کی نجات اور ناظرین کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔آمین

مختار احمد ندوی

مدیر الدار السّلفیہ، ممبئی